حضورِ اکرم ـــــ سراپا رحمت

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

(۱)

حضورِ اکرم رحمت للعالمین ہیں اور یہ صفت صرف آپ ہی کے لیے مخصوص ہے۔ جس طرح سارے جہانوں کا پالنے والا رب للعالمین ہے۔ اور اس کے سوا یہ صفت کسی میں بھی نہیں ہے۔ اسی طرح رب للعالمین نے رحمت للعالمین کی صفت کہ وہ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں، صرف حضورِ اکرم کے لیے مخصوص رکھی ہے۔ یہ صفت رسولِ اکرم کے سوا دوسرے کسی میں بھی نہیں ہے۔ یہ مالک کی دین ہے اور وہ اپنی نوازشات اور فیاضی میں بے نہایت دریا دل ہے۔

حضورِ اکرم خاتم النبیین ہیں۔ اُن کے بعد دوسرا کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ اور جب آپؐ کے بعد دوسرے کسی نبی نے بھی نہیں آنا ہے تو قیامت تک پیدا ہونے والے ہر انسان کے لیے اُس کے مالک کی طرف سے کامل ترین اور موزوں ترین جو ہدایت نامۂ زندگی دیا گیا ہے۔ وہ حضورِ اکرم کی معرفت نازل ہو چکا ہے۔ اب اس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات میں کامل اور اکمل ہے اور اس میں کسی کمی کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ انسانی فطرت کے عین مطابق اور اس کی دینی اور دنیوی تمام ضروریات میں رہنمائی دینے میں منفرد ہے۔ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمان اس دُنیا کی آخری اُمّت ہیں اور اُن کے پاس خدا کا آخری پیغام قرآن ہے اور اب دُنیا کی رہنمائی اور ہدایت اُن کے ہی ذمے ہے۔ اب مسلمان دُنیا کی گمراہی میں غیر جانبدار نہیں ہو سکتے جس طرح نبیوں میں آخری نبی حضورِ اکرم ہیں اور ان کے ذمے خدا کا کلام پہنچانا اور اس پر عمل کر کے دکھانا تھا جو آپؐ نے بہترین طریقے پر

سرانجام دے کر دکھا دیا۔ اس طرح دنیا کی تمام قوتوں کے مقابلے میں اب یہ کام مسلمانوں کا ہے کہ وہ دنیا کی تمام قوموں تک دین اسلام پہنچائیں اور اسلام پر عمل کر کے اس کا عملی مظاہرہ بھی کر کے دکھائیں تاکہ دنیا پر اتمام حجت ہو جائے۔ ایسی صورت میں جہاں حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا اور مسلمانوں کا خاتم الامم ہونا بہت بڑا مقام شکر ہے وہاں یہ منصب بڑی آزمائش کا کام بھی ہے۔ اگر یہ کام مسلمان سرانجام دیں تو وہ خدا کے ہاں بری الذمہ ہو جاتے ہیں اور دنیا کے لوگ اپنے کیے کی خود جوابدہی کرتے اور بھگتتے ہیں اور اگر وہ یہ کام سرانجام نہ دیں اور نہ اسلام کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے رکھیں تو کافروں سے پہلے مسلمان پکڑے جاتے ہیں کہ ہدایتِ دنیا کا نسخہ تو ان کے پاس موجود ہے اور دنیا کی گمراہی خود اس کے ذمے لگانے کے لئے ان کی مساعی کی تعداد کا اتمام حجت کی حد تک ہونا ضروری ہے۔

حضورؐ رحمۃ للعالمین بھی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کا لایا ہوا نظام زندگی جو آخری ہے، یہ صرف آخری ہی نہیں بلکہ یہ ساری دنیا کے لئے رحمت و برکت کا ذریعہ بھی ہے۔ گویا اسی نظام میں اب دنیا کی فلاح و بہبود پوشیدہ ہے۔ اس پر چل کر دنیا تباہی سے بچ سکتی ہے، اس کی ہدایت کے ذریعے وہ گمراہ لوگوں کے ایجاد کردہ ہتھیاروں کی تباہی سے بچ سکتی ہے، اس کی مدد سے وہ اپنے طبقاتی، لسانی، علاقائی، قومی، معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کر سکتی ہے۔ اس نظام رحمت میں اس کی فلاح، اس کی سلامتی اور اس کی ترقی کی ضمانت پوشیدہ ہے۔ نظامِ رحمت کی دستگیری سے انسان تباہی کے گہرے کھڈ میں گرنے سے بچ سکتا ہے۔ حضورؐ کا لایا ہوا نظام ہی آخری بھی ہے اور رحمت بھی۔ اس کا آخری ہونا اس کے کامل ہونے کی اور اس کا رحمت ہونا، اس کے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے فلاح عام کا ضامن ہونے کی دلیل ہے اور جب حضورؐ اکرم اس نظام کے لانے والے اور غالب کرنے والے ہیں تو وہ خود بخود رحمت للعالمین ہیں، چونکہ دنیا اس نظامِ رحمت سے ان کی معرفت ہی آشنا ہوئی ہے، جو نظام رحمت کامل و مکمل بنا کر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی طرف اپنے آخری پیغام کے طور پر اتارا ہے، چونکہ حضورؐ رحمت للعالمین ہیں اس لئے اپنے بعد حضورؐ سارے جہانوں کے لئے، سارے گروہوں، طبقوں، قوموں، نسلوں اور علاقوں کے لئے رحمت ہیں ان کے بعد اب دنیا کو کسی نئے انسان اور نئے نظام کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا تربیت دیا ہوا انسان جس کا مثالی نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں اور ان کا پیش کیا ہوا نظام جو دین اسلام ہے اس کے بعد کسی دوسرے نمونے کے انسان اور کسی دوسرے طرز کے نظام کی انسانیت کو کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ نظام انسانیت کے

لیے کامل اور کافی ہے۔

حضورؐ اکرم ہمہ پہلو اور ہمہ جہت رحمت ہیں۔ انہوں نے بندوں اور خدا کے درمیان شعوری رشتہ قائم کیا اور انہیں ان کے مالک سے ملایا۔ حضورؐ نے انسانوں کو ان کی بصیرت کی آنکھوں سے ان کے خدا کا جلوہ دکھایا۔ انہوں نے دلوں کو پاک، روحوں کو روشن، دماغوں کو درست، طبیعتوں کو معاملہ فہم اور مطمئن اور جسموں کو پاک وصاف کیا۔ حضورؐ نے اپنی تعلیم سے امنِ عامہ کو مستحکم کیا اور اپنی تربیت سے انسانوں کو انسانی مرتبے سے بھی اونچا کر کے مسلمان بنایا۔ حضورؐ نے انسانوں کی ضروریات کے مطابق انہیں ایک سہل ترین دین عطا فرمایا۔ حضورؐ نے غربت، امارت، جوانی، بڑھاپا، صلح و جنگ، فقر و بادشاہی، رنج و راحت اور الم و مسرت کے ہر پیمانے میں انسان کی رہبری اور رہنمائی کی۔ اور اسے زمین پر جابروں اور قہاروں کی ملدسی ہوئی مخلوق اور فطرت کی طاقتوں سے سہمی ہوئی انسانی آبادی نہیں بلکہ اسے دینی تعلیم و تربیت سے اشرف المخلوقات کے حقیقی مقام تک پہنچایا۔ حضورؐ نے ذراتِ خاک میں اور قطراتِ آب میں، اڑتے بادلوں میں اور چڑھتی گھٹاؤں اور کوندتی بجلیوں میں، زمین کی پستیوں اور بلندیوں میں اور خاک کی خشکیوں اور تریوں میں ذاتِ خداوندی کے جلوے انسان کو دکھائے۔ حضورؐ نے دشمنوں کو اخلاق کے اسلحہ سے فتح کیا۔ دوستوں کو اپنی دلفریب تعلیم و تربیت سے اپنا جانثار بنایا۔ حضورؐ نے انسانوں میں سے مال، نسل اور رنگ کے تمام امتیازات کو یکسر مٹا کر انہیں آدم کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی بنا دیا۔ حضورؐ نے نام و نسب کے بت اس طرح پاش پاش کر دیے کہ بلال و خبابؓ کو حضرت عمرؓ "ہمارے مولا" کہنے لگے اور سلمانؓ فارسی کے لیے سب سے بڑا بلند نسب یہی ٹھہرا کہ سلمان ابن اسلام ابن اسلام ہیں۔

رحمۃ للعالمین انصاف کا سرچشمہ ہیں، عدل کا مرکز ہیں، حالات کا پیکر ہیں، حریت کا فرمان ہیں۔ آپؐ جنگ کو کلمۂ حق کو بلند کرنے اور کمزوروں کی مدد کرنے کے سوا باقی ہر مقصد کے لیے حرام قرار دیتے ہیں۔ حضورؐ نے انسانوں کو اللہ کی تعلیم دے کر انہیں بہتر انسان اور خدا کے نیک بندے بنایا اور اخلاق کی خدمت کر کے انہیں مزید بہتر انسان بننے کی طرف رہنمائی کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کے لیے سراپا رحمت ہیں، اور ہر وہ شخص جس کا واسطہ آپ سے پڑا اس نے انہیں اپنے لیے شفقت و رحمت کے سوا کچھ نہ پایا۔ اس لیے ہر شخص حضورؐ سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور جو شخص بھی ایمان لاتا وہ صرف چند اصولوں پہ ایمان نہ لاتا تھا بلکہ حضورؐ کا جان نثار

فدائی بن جاتا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی طرف سے مسلمانوں کے محرمات کی تحریم اور ان کے حقوق کا احترام اور ان پر شفقت و رحمت کے بے شمار ارشادات ہمارے سامنے موجود ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مسلمانوں پر شفقت رکھیے (سورہ حجر)

فرمایا: جس شخص نے کسی کو بچا لیا گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا (مائدہ)

فرمایا: مسلمان، مسلمان کے لیے مکان کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے سے انگلیوں کی طرح پیوست ہے اور حضورؐ نے یہ کہہ کر ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر دکھائیں۔

فرمایا: کوئی مسلمان بازار میں سے نیزہ لے کر گزرے تو اس کے ایک حصے کو ہاتھ سے تھام لے تاکہ کسی مسلمان کو اذیت نہ پہنچے۔ (بخاری)

فرمایا: مسلمان کی مثال باہمی محبت کرنے میں جسم کی مانند ہے کہ ایک حصہ تکلیف سے متاثر ہو تو سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے (مسلم)

اپنے ایک صحابی حضرت اقرعؓ بن حابس سے حضورؐ نے فرمایا:

"جو شخص کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی کوئی رحم نہیں کرتا" (مسلم، بخاری)

اپنے ساتھیوں کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پڑھائے اس لیے کہ ان میں کمزور، بیمار، اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں۔ اور جب خود تنہا پڑھے تو جتنی چاہے لمبی اور طویل نماز پڑھے"۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضور اکرمؐ کی اپنی اُمت پر شفقت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"رسول اکرمؐ کسی عمل کو محض اس لیے چھوڑ دیتے تھے حالانکہ وہ آپ کو پسند ہوتا تھا مگر اس خوف سے کہ لوگ اس پر عمل پیرا ہوں گے، اور پھر یہ چیز ان پر فرض کر دی جائے گی" (بخاری مسلم)

حضرت ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور اس بات کا ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو دراز اور طویل کروں گا، پھر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں اور اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ یہ بات اس کی ماں پر شاق گزرے گی"۔

(بخاری)

حضورؐ نے فرمایا اور حضرت ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس پر ظلم کرے اور نہ اس کو اس کے دشمنوں کے سپرد کرے جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو شخص مسلمان سے اس کی تکلیف دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی تکالیف کو دور کرے گا اور جو شخص کسی مسلمان کی عیب پوشی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی عیب پوشی کرے گا۔" (بخاری مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس سے خیانت کرے، نہ اس سے جھوٹ بولے، اور نہ اس کو رسوا اور شرمندہ کرے، مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے، اس کی عزت و آبرو، اس کا مال اور اس کا خون، تقویٰ اس جگہ ہے (حضورؐ نے سینے کی طرف اشارہ فرمایا) انسان کی یہ خرابی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر و ذلیل سمجھے۔" (ترمذی)

حضورؐ کے اس مزاج رحمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

"اے پیغمبر یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خُو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد سے چھٹ جاتے۔" (آل عمران - ۱۰۹)

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مزید تعلیم عفو و درگذر دیتے ہوتے ہوئے فرمایا:

"پس ان کے قصور معاف کر دو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو۔" (آل عمران ۱۰۹)

اور یہ کہ:

"اے نبی، ان سے نرمی و درگذر کا طریقہ اختیار کرو، معروف کی تلقین کرتے رہو اور جاہلوں سے نہ الجھو۔" (اعراف ۱۸۹)

حضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا۔

"اور ہم نے تجھے سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء ۱۰۰)

دوسری جگہ حضورؐ کے بارے میں فرمایا گیا۔

"البتہ آیا ہے تمہارے پاس ایسا رسول جو تم ہی میں سے ہے، اسے تمہاری تکلیف نہایت گراں گذرتی ہے۔ وہ تمہارے فائدے کا حریص ہے اور ایمان والوں پر بڑا شفیق و مہربان ہے۔" (التوبہ ۱۲۸)

حضورؐ کی نرم مزاجی شفقت اور خدا کے بندوں کے ساتھ نرمی کا مظہر یہ بھی تھا کہ آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر خندق کھودتے، لکڑی اٹھاتے، اینٹیں ڈھوتے، لکڑیاں جمع کرتے، جوتے اور کپڑے مرمت کرتے، اور دودھ دوہ لیتے، بازار سے سودا سلف لے آتے اور پڑوسیوں کے کام اکثر کر دیا کرتے تھے۔

حد یہ ہے کہ جب مکہ میں قحط پڑا تو آپؐ نے اُن جان کے دشمنوں کو غلہ اور اشرفیاں امداد کے طور پر روانہ کیں[۱]۔ اور جب آپؐ نے مکہ فتح کیا تو جنہوں نے سینکڑوں اصحابِ رسول کو شہید کیا تھا جو خود حضورؐ کی جان کے دشمن تھے۔ ساری لڑائی جن کے دم قدم سے برسوں جاری رہی تھی جب وہ مفتوح ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں"

ایک جہاد میں ایک غیر مسلم عورت کی لاش پڑی ہوئی دیکھی تو بار بار افسوس کا اظہار فرمایا۔ فرماتے تھے:

"یہ عورت تو جنگ نہیں کر رہی تھی، اس کو کیوں مار دیا گیا"

ایک بدو نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو صحابہؓ اُسے مارنے دوڑے، آپؐ نے انہیں روکا اور پھر بدو سے کہا "یہ مسجد اللہ کا گھر ہے، اسے ناپاک کرنا بُری بات ہے"۔ بدو حضورؐ کی بات سمجھ کر نادم ہوا اور چلا گیا۔ جب کسی سے کوئی غلطی بار بار ہوتی تو کبھی نام لے کر نہ ٹوکتے بلکہ اکثر خطبہ دیتے ہوئے فرماتے:

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کرتے ہیں، اس طرح جس شخص نے وہ کام کیا ہوتا وہ متنبہ ہو جاتا اور آئندہ ایسے عمل سے باز رہتا اور لوگوں میں رسوائی سے بھی محفوظ ہو جاتا"

قرآن نے خود حضورؐ کے بارے میں گواہی دی ہے۔

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اخلاق کے بڑے درجے پر ہو" اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (قلم ۴)

---

[۱] رسالہ زندگی ص ۸۶

جب حضورؐ پر وحی پہلی بار اتری تو آپؐ بے حد گھبراتے اور ایک غیر مانوس واقعہ ہونے کی وجہ سے سخت پریشان ہو کر گھر تشریف لائے ۔ آپؐ نے آتے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے فرمایا کہ انہیں کمبل اوڑھا دیا جائے ۔ انہیں اپنی جان کا خطرہ ہے ۔ اس پر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضورؐ کے کردار پر جو گھر کی گواہی پیش کی وہ یہ تھی:

"آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، قرضداروں کے قرض کا بار اٹھاتے ہیں، غریبوں کی اعانت کرتے ہیں ۔ حق کی حمایت کرتے ہیں، یتیموں پر شفقت کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، مصیبتوں میں لوگوں کے کام آتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپؐ کو کبھی ضائع نہ کرے گا۔"

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں:۔

"حضورؐ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی، برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگذر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے ۔ آپؐ دو باتوں میں آسان صورت اختیار فرماتے ۔ آپؐ کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہ لیتے ۔ آپؐ نے کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی ۔ آپؐ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا ۔ آپؐ نے کسی کی کوئی درخواست کبھی رد نہیں فرمائی۔"

حضورؐ کا معمول تھا کہ کسی سے ملنے پر ہمیشہ پہلے خود سلام کہتے اور مصافحہ میں جس سے ہاتھ ملاتے کبھی پہلے ہاتھ خود نہ کھینچتے ۔ مجلس میں زانو آگے نکال کر نہ بیٹھتے ۔ آپؐ فرمایا کرتے "تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو"۔

حضرت انسؓ خادم خاص روایت کرتے ہیں "میں دس سال تک حضورؐ کی خدمت میں رہا لیکن حضورؐ نے میری کسی بات پر کبھی اُف تک نہیں کہا"۔

شاہ حبشہ نجاشی کے ہاں سے ایک سفارت آئی تو آپؐ اس کی مہمان نوازی میں خود سرگرم رہے ۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم یہ کام کر لیں گے، فرمایا:

"ان لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت گذاری کی ہے اس لیے میں خود ان کی خدمت گذاری کرنا چاہتا ہوں"

ایک شخص نے حضورؐ کی خدمت میں باریابی کی اجازت چاہی ۔ آپؐ نے فرمایا "اچھا آنے دو ۔ وہ اپنے قبیلہ کا اچھا آدمی نہیں ہے ۔" لیکن جب وہ حاضر ہوا تو آپؐ نہایت خلق و نرمی سے پیش آئے۔

حضرت عائشہؓ نے تعجب سے پوچھا کہ آپؐ تو اسے اچھا نہ کہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:
"خدا کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہے جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔"

ایک سفر میں کھانا پکانے کے وقت صحابہؓ نے کام آپس میں تقسیم کر لیے تو حضورؐ نے لکڑیاں لانے کا کام اپنے ذمے لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کام ہم کر لیں گے۔"
آپؐ نے فرمایا "مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے ممتاز بن کر رہوں، خدا اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے"۔
حضورؐ نے فرمایا "کمال صلہ رحمی یہ ہے کہ جب دوسرے رشتہ دار بے تعلقی کریں تو اُن کے ساتھ اپنا تعلق جوڑے اور اُن کا حق ادا کرے" (بخاری)
حضورؐ نے فرمایا "خدا کی قسم وہ شخص ایمان نہیں رکھتا جس کا پڑوسی اس کی تکالیف سے محفوظ نہ ہو" (بخاری)
ارشاد ہوا۔ "غلام کا یہ حق ہے کہ اُسے کھانا اور کپڑا دیا جائے اور اُس پر کام کا صرف اتنا ہی بوجھ ڈالا جائے جس کو وہ سہار سکتا ہو" (مسلم)

فرمایا: "مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو"۔
یہ سارے پہلو حضورؐ کی مبارک ہستی کے سراپا رحمت ہونے کے پہلو ہیں اور ان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ غزوۂ احد میں جب کفار نے آپؐ کو زخمی کر دیا تو صحابہؓ پر یہ امر بہت شاق گذرا، وہ کہنے لگے کاش رسول اللہ ان پر بددعا کرتے اور وہ ہلاک ہو جاتے۔
آپؐ نے فرمایا: میں لعنت کے لیے مبعوث نہیں ہوا ہوں بلکہ میں حق کی دعوت اور جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"
حضورؐ ایک باغ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ ایک اونٹ زور زور سے بلبلایا، آپؐ نے اُس کی پیٹھ پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک کو بُلا کر کہا،

"اس جانور کے بارے میں خدا سے ڈرو"۔
ایک بار ایک صحابی ابو مسعود انصاریؓ اپنے غلام کو پیٹ رہے تھے کہ حضورؐ تشریف لے آئے۔ آپؐ نے رنجیدہ ہو کر فرمایا" ابو مسعود اس غلام پر تمہیں جس قدر اختیار ہے اللہ تعالیٰ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے"۔

ابو مسعودؓ یہ بات سُن کر خوفزدہ ہو گئے اور غلام کو آزاد کر دیا۔

حضورؐ نے فرمایا:

"ہر حساس جاندار جس کو بھوک پیاس کی تکلیف ہوتی ہے اس کو کھلانے پلانے میں ثواب ہے" (بخاری)

حضورؐ نے فرمایا: "مومن اپنے حسنِ اخلاق سے زائد شب زندہ اور دائم الصوم کا درجہ حاصل کر لیتا ہے" (ابوداؤد)

آپؐ نے مزید فرمایا: "جو شخص نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا"۔ (مسلم)

حضورؐ نے فرمایا "قیامت کے دن ان لوگوں کو پکار کر اُن کا اجر دیا جائے گا جو دُنیا میں لوگوں کی خطائیں معاف کر دیا کرتے تھے"۔ رحمۃ للعالمین نے فرمایا: "جو آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اُس کے درجے بلند ہوں اُس کو چاہیے کہ وہ اُس آدمی سے درگذر کرے۔

"جس نے اس پر ظلم کیا ہو، اور اُس کو دے جس نے اُس کو نہ دیا ہو اور اُس کے ساتھ رشتہ جوڑے جس نے اُس سے رشتہ توڑا ہو اور اُس کے ساتھ تحمل کرے جس نے اُس کو بُرا کہا ہو"۔ (ابوہریرہ)

ایک شخص نے پوچھا:

"یا رسول اللہ، میں اپنے خادم کو کتنی دفعہ معاف کروں، آپؐ نے فرمایا ہر روز ستر دفعہ۔ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا:

"وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت سے محروم رہیں گے جن کے دلوں میں دوسرے آدمیوں کے لیے رحم نہیں ہے اور جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے"۔ (بخاری مسلم)

ایک صحابی عبداللہؓ بن حسا کہتے ہیں میں نے حضورؐ سے ایک سودا کیا اور کچھ دیر بعد میں ملنے کا وعدہ کر کے چلا گیا اور پھر بھول گیا۔ تیسرے دن میرا اِدھر سے گزر ہوا تو آپؐ اُسی جگہ میرے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر بس صرف اتنا ہی فرمایا:

"تم نے مجھے تکلیف دی میں تین دن سے اسی جگہ تمہارے انتظار میں ہوں۔

ایک بدو آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوف اور رعب سے کانپنے لگا۔ آپؐ نے اسے فرمایا خوف نہ کھاؤ میں قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی"۔

ابوسفیان نے اسلام کے دَورِ بےکسی میں مسلمانوں پر بدترین مظالم ڈھائے، حضورِ اکرمؐ سے

قریش کی تمام لڑائیوں میں کفار کا سردار اور سرغنہ رہا۔ حضورؐ کے مقابل درحقیقت ظالم اور جارحیت پسند کفر کا سرخیل وہی تھا۔ اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک بدر کا بدلہ نہ لوں گا، آرام نہ کروں گا۔ غرض آغازِ دعوتِ اسلامی سے فتح مکہ کے دن تک اسلام کے ساتھ کفر کی تمام تر کشمکش میں کفر کی رہنمائی کی باگ ڈور ابوسفیان کے ہاتھ میں ہی تھی اور عرب کا ہر شخص جانتا تھا کہ اسلام کے فروغ میں ابوسفیان کی تباہی ہے اور ابوسفیان کی کامیابی میں مسلمانوں کی ظاہری ناکامی ہے۔ اس لیے ہر شخص سمجھتا تھا کہ جب مکہ فتح ہوگا تو سب سے پہلا مقتول کفر کا سرغنہ ابوسفیان ہوگا لیکن دُنیا یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ حضورؐ نے اُسے معاف کر دیا۔ معاف ہی نہیں بلکہ اُس کے گھر کو عوام کے لیے پناہ گاہ بنا دیا۔

حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ابوسفیان عزت پسند آدمی ہے آپؐ اُسے کچھ عطا کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے امان ہے۔

حضور اکرمؐ مکہ میں فاتحانہ داخل ہو گئے لیکن ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے آپؐ سے جنگ کی اور شکست کھا کر فرار ہو گیا۔ پھر اس نے آپؐ سے امان طلب کی تو آپؐ نے اُسے امان بھی دی اور مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔

آپؐ نے اسلام کے بدترین دشمن صفوان بن امیہ کو امان دی۔ وہ شکست کھا کر یمن کی طرف بھاگ گیا تھا اور زمین اُس کے لیے تنگ ہو گئی تھی۔ وہ خودکشی کا ارادہ کر رہا تھا جب ایک صحابی رسول اکرمؐ کا عمامہ بطور نشانِ امان لے کر پہنچا اور اُسے جان بخشی کی خوشخبری سنائی۔

حارث کے بیٹے ابوسفیان شاعر نے ہجو لکھ کر حضورؐ کو سخت اذیت پہنچائی تھی۔ فتح مکہ کے بعد وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ آپؐ نے فرمایا "میرے پاس اُس کے آنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی اور میری توہین کی۔ ابوسفیان شاعر نے کہا میں اور میرا بیٹا جنگل میں نکل جائیں گے اور وہاں بھوکوں مر جائیں گے اگر آپؐ ہمیں حاضر ہونے کی اجازت نہ دیں گے۔" حضورؐ پر اس کے ان جملوں سے رقت طاری ہو گئی اور اُسے معاف کر دیا۔

مکہ فتح ہو گیا تھا اور کعبے کا طواف ہو رہا تھا کہ ایک شخص جو بظاہر مسلمان ہو چکا تھا لیکن ابھی ایمان نہ لایا تھا۔ فضیلہ بن عمر نے حضورؐ کو طواف کے دوران حملہ کر کے قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ جب وہ آپؐ کے قریب پہنچا تو آپؐ نے فرمایا "کون فضالہ ہے" اُس نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپؐ نے فرمایا:۔

"تم کیا سوچ رہے تھے"۔
اُس نے کہا: "کچھ بھی تو نہیں"۔
حضورؐ مسکرائے اور فرمایا "فضالہ خدا سے توبہ کرو" اور پھر اپنا دست مبارک اُس کے دھڑکتے ہوئے سینہ پر رکھا اور اُسے تسکین ہو گئی۔

حبشی وحشی نے حضورؐ کے پیارے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا تھا۔ حضورؐ کو اس کا بڑا قلق تھا۔ اس نے بتایا کہ جب میں فتح مکہ کے بعد حضورؐ کے سامنے حاضر ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہوا تو آپؐ نے میری طرف دیکھا۔
فرمایا۔ "کون، تم وحشی ہو؟"
عرض کیا: "ہاں یا رسول اللہ۔
آپؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ، مجھ سے یہ بیان کر کہ تو نے حمزہ کو کس لیے قتل کیا"۔
چنانچہ وحشی کہتا ہے کہ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔
اس کے بعد حضورؐ نے صرف اس قدر فرمایا "افسوس ہے تجھ پر، تجھے دیکھ کر مجھے اپنے چچا کی یاد آتی ہے۔ تو مجھ سے اپنا چہرہ چھپا لے۔ تاکہ میں تجھے دیکھ نہ سکوں" چنانچہ حضورؐ نے اپنے محبوب چچا کے قاتل وحشی کو بھی معاف کر دیا۔

فتح مکہ پر حضرت علیؓ کعبۃ اللہ کی کنجی اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے اُٹھے۔ اور کہا "یا رسول اللہ! سقایت کے ساتھ ساتھ حفاظت اور نگہبانی کا منصب بھی ہمیں عطا فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا "عثمان بن طلحہ (کعبے کا سابق کنجی بردار جو آخر تک حضور کا دشمن رہا تھا) کہاں ہے؟ وہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا "عثمان یہ کنجی تمہیں دی جاتی ہے۔ آج کا دن احسان اور وفاداری کا دن ہے"۔

طائف کے بنی ثقیف کا وفد مدینہ میں حاضر ہوا۔ اس وفد میں یا لیل بن عمرو کا بیٹا بھی شامل تھا جنہوں نے حضورؐ پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے۔ آپؐ نے ان سب کو معاف کر دیا اور انہیں مال و انعام دے کر رخصت کیا۔ انتہا یہ ہے کہ جنگ ہوازنی کے قیدی تک بلا معاوضہ رہا کر دیئے جنہوں نے اسلام کو سخت ترین نقصان پہنچایا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کی شفقت و رحمت کی صفت کو قرآن نے اس طرح بیان کیا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

"تمہیں میں سے تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے جس پہ تمہاری تکلیف بہت شاق ہے، وہ تمہارا دلدادہ ہے اور مومنوں پہ بے حد مہربان اور شفیق و رحیم ہے"۔

مساکین، فقراء کے ساتھ تو آپؐ کی محبت و شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ نے انہیں میں اپنی زندگی اور موت کی دعا مانگی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ اکرم فرماتے تھے۔

"اے اللہ مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی حالت میں ہی موت دے اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت کے ساتھ اٹھا"۔

اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ایسی دعائیں کیوں کرتے ہیں"۔ تو حضورؐ نے فرمایا:

"مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ اے عائشہؓ مسکین کو خالی ہاتھ مت لوٹانا۔ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی سہی انہیں دے دینا۔ اے عائشہؓ مسکینوں سے محبت رکھ اور ان کی قرب میں رہ۔ خدا تعالیٰ بھی قیامت کے دن تجھے اپنے قریب کرے گا"

اس لیے حضورؐ اکرم کمزوروں کی دست گیری، یتیموں اور بیواؤں کی غمگساری اور ہمدردی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کے درمیان خوش رہتے تھے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمر بن العاص کہتے ہیں کہ رسولؐ اکرم مسجد میں تشریف لائے اور فقراء کے ساتھ بیٹھے اور ان کو جنت کی خوشخبری سنائی اس پہ ان کے چہرے مسرت سے کھل گئے۔ میں کچھ غمزدہ سا ہو گیا چونکہ میں ان کے گروہ میں سے نہیں تھا۔

حضورؐ کے غلام زید بن حارثؓ کے والد اس کی تلاش میں حضورؐ تک پہنچے، حضورؐ نے زیدؓ کو اپنے اور ان کے والد کے درمیان اختیار دے دیا کہ جسے چاہے پسند کریں۔ انہوں نے حضورؐ اکرم کو اپنے والد پہ ترجیح دی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ غلاموں کے ساتھ بدسلوکی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

معاویہ بن سوید کہتے ہیں کہ ہمارے پاس صرف ایک خادم تھا اور ہم میں سے کسی نے اسے طمانچہ مار دیا۔ حضورؐ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔

جانوروں پہ ظلم و ستم کی تمام اقسام کو حضورؐ نے روک دیا۔ بعض صحابہؓ نے ایک سفر میں ایک پرندہ

کے چھوٹے چھوٹے بچے پکڑ لیے۔ اُن کی ماں بے تابی سے پھڑ پھڑانے لگی تو حضورؐ نے فرمایا۔
"ان کی ماں کو کس نے صدمہ پہنچایا ہے، اس کے بچے اس کو واپس کر دو۔"

حضرت عائشہؓ ایک اونٹنی پر بیٹھی ہوئی غصّے سے اس پر سختی کر رہی تھیں، حضورؐ نے فرمایا:
"جو نرمی نہیں کرے گا وہ اپنے اُوپر بھلائی حرام کرلے گا۔"

آپؐ بچوں کو دیکھ کر خوش ہو جایا کرتے تھے اور بچے بھی آپؐ سے بہت جلد مانوس ہو جاتے جب آپؐ کھیلتے ہوئے بچوں میں سے گذرتے تو انہیں سلام کہتے۔ جب سواری پر گذرتے تو پیار سے بچوں کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ ایک اعرابی نے حضورؐ کو بچوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو سخت حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میرے تو دس بچے ہیں اور میں نے تو اُن سے کبھی اس طرح پیار نہیں کیا۔ حضورؐ نے فرمایا:
جب خدا نے تیرے دل سے شفقت و رحمت چھین لی ہے تو میں تھوڑا ہی اس کا ذمہ دار ہوں۔

ایک جنگ میں آپؐ نے ایک بچے کی لاش دیکھی تو سخت برہم ہوئے اور سختی سے فرمایا:
"تم بچوں کو قتل کرنے سے پرہیز کرو، تمہیں بچوں کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔"

بعض لوگوں نے آپؐ سے عرض کیا کہ دشمنوں پر لعنت کریں اور اُن کے لیے بددعا کریں تو آپؐ نے فرمایا کہ "میں لعنت بھیجنے کے لیے نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

رحمت للعالمین کی رحمت کی انتہا یہ ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی موت پر بھی جس نے عمر بھر حضورؐ کی مخالفت اور ایذا رسانی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا تھا۔ اپنا کُرتا اس کے کفن کے لیے مرحمت فرمایا اور اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ ستر مرتبہ دعائے مغفرت سے اُس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں اس سے بھی زیادہ اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتا۔

فتح مکہ کا واقعہ عجیب اور حیرت انگیز واقعہ ہے۔ جن دشمنانِ اسلام نے ۲۱ سال تک حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے ساتھ مظالم کی کوئی قسم نہ تھی جو روا نہ رکھی ہو۔ بھوک پیاس، قید و بند، قتل و غارت، مار پیٹ اور تباہی و بربادی اور گھروں سے اخراج اور پھر میدان جنگ میں ۹ سال تک شدید کشمکش اور خاک و خون میں تڑپنے کی دشمنیاں، اب وہ مفتوح ہو گئے، اور مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ جب اسلامی لشکر فاتحانہ مکہ میں داخل ہو رہا تھا تو حضورؐ کا سر احساس بندگی اور عجز سے کجاوے کے ساتھ لگا جا رہا تھا۔ مختلف دستے مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو رہے تھے اور ہر دستے کا ایک

علمبردار تھا۔ سعد بن معاذ جو ایک پر جوش انصاری سردار تھے، ایک دستے کے سربراہ اور علمبردار تھے ان کا ابوسفیان سے سامنا ہوا اور انہوں نے للکار کر کہا "ابوسفیان، آج کا دن قتل اور خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن خدا شدید العقاب قریش کو ذلیل کرے گا" یہ سن کر ابوسفیان حواس باختہ ہو گیا اور بھاگا بھاگا حضورؐ کی خدمت میں آ کر کہا۔ یا رسول اللہ! کیا آپؐ نے اپنی ہی قوم قریش کے قتل و غارت کا حکم دے دیا ہے"۔

آپؐ نے فرمایا "ہرگز نہیں"۔

ابوسفیان نے کہا "سعد تو یہی کہہ رہے ہیں"

حضورؐ نے فرمایا" سعد غلط کہتے ہیں، تم اطمینان رکھو آج کا دن لطف و کرم اور رحمت کا دن ہے۔ اور حضورؐ نے احتیاطاً حضرت سعدؓ سے دستے کا جھنڈا لے کر ان کے لڑکے کو دے دیا اور پھر حضورؐ نے قریش کی جان بخشی کے لیے فوج کو مندرجہ ذیل ہدایات جاری کیں:

— جو شخص ہتھیار پھینک دے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

— جو شخص خانہ کعبہ میں پہنچ جائے اُسے بھی قتل نہ کیا جائے۔

— جو شخص ابوسفیان (کفار کی ساری جنگوں کا سرغنہ) کے گھر میں داخل ہو جائے اُسے قتل نہ کیا جائے۔

— جو شخص اپنے گھر میں بیٹھا رہے اُسے بھی قتل نہ کیا جائے۔

— جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں چلا جائے اُسے بھی قتل نہ کیا جائے۔

— جو بھاگ جائیں ان کا تعاقب نہ کیا جائے۔

— زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

— قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

دُنیا اس قسم کی فتح اور دشمن کے ساتھ اس قسم کے لطف و کرم سے پہلے بھی ناآشنا تھی اور اُن کے بعد اب بھی ناآشنا ہے۔ فتح کے بعد قریش اور اُن کے سردار جمع ہو کر آئے اور حضرت علیؓ کی رہنمائی اور تعلیم کے مطابق آ کر حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا جملہ دہرایا۔

تا اللہ لقد اثرک اللہ علینا و ان کنا لخاطئین۔

رسول اکرم رحمۃ للعالمین نے جواب میں فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین

اور اُن میں کون کون تھے جو معاف کر دیے گئے۔

—— ابوسفیان کو بھی معاف کر دیا گیا، جس نے کفر و اسلام کی لڑائی اپنے ہاتھوں لڑی تھی۔

—— عکرمہ بن ابوجہل بھی معاف ہوا جس نے اسلام اور مسلمانوں پر کوئی ظلم نہ تھا جو ڈھایا نہ ہو۔

—— بھی معاف ہوا جس نے نیزہ مار کر رسول اکرم کی پیاری بیٹی زینب کو اونٹ سے گرا دیا تھا۔ جس کے صدمہ ہی سے بعد میں ان کا انتقال ہوا۔

—— عبداللہ بن ابی سرح بھی معاف کیا گیا جو تمسخر کرتا تھا کہ وحی تو میرے پاس آتی ہے۔ محمد (نعوذ باللہ) مجھ سے ہی سیکھتے ہیں

—— ہندہ جگر خوار زوجہ ابوسفیان بھی معاف کی گئی جس نے میدانِ جنگ میں حضورؐ کے پیارے چچا امیر حمزہؓ کا کلیجہ نکال کر چبایا اور اُن کے اعضا کاٹ کاٹ کر گلے کا ہار بنایا تھا۔

—— وحشی بھی معافی لے گیا جس نے حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کر کے گویا اس فوج کا مضبوط ستون گرا دیا تھا۔ اور اپنے بے درد نیزے سے لشکر اسلام کا شیر شہید کر دیا تھا۔

—— اور مکہ کے ان باشندوں کو مسلمانوں کی وہ جائیدادیں بھی معاف کر دی گئیں جن پر انہوں نے مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکال کر قبضہ غاصبانہ کر لیا تھا۔

پھر اتنا کچھ ہی نہیں کیا گیا بلکہ ان نومسلموں کو جو اب اسلام کے غلبہ کے زور سے رحم کی اپیل کر رہے تھے، جنگ ہوازن کے بعد بے شمار مالِ غنیمت بھی تقسیم کیا گیا اور خود قبیلہ ہوازن جس نے مسلمانوں کی سخت ترین مزاحمت کی تھی اور اس فوج کو شدید نقصان پہنچایا تھا، مفتوح ہونے پہ بہترین حُسنِ سلوک کا مستحق ٹھہرایا گیا۔

حضور اکرمؐ کے پاس قبیلہ ہوازن کے چھ سردار رحم کی درخواست لے کر حاضر ہوئے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے طائف میں حضور اکرم پہ پتھر برسائے تھے اور حضرت زیدؓ حضورؐ کو بے ہوشی کی حالت میں زخمی اُٹھا کر لائے تھے۔

حضورؐ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"میں تمہارا انتظار ہی کر رہا تھا، میں اپنے اور اپنے خاندان کے حصے کے قیدیوں کو چھوڑ سکتا

ہوں۔ لیکن دوسرے سب لوگ اپنے اپنے حصے کے بارے میں آزاد ہیں، تم کل مجمع عام میں یہ درخواست پیش کرو۔"

چنانچہ حسبِ ارشاد دوسرے دن مجمع عام میں وہ درخواست پیش ہوئی تو رحمت للعالمین نے فرمایا۔

"میں اپنے اور بنو عبد المطلب کے قیدیوں کو بلا معاوضہ رہا کرتا ہوں۔"

اس پر انصار و مہاجرین نے بھی اعلان کر دیا کہ وہ بھی اپنے قیدی جو قبیلہ ہوازن سے ہیں۔ بلا معاوضہ رہا کرتے ہیں، حضورؐ نے تو آزاد قیدیوں کو نئے لباس پہنا کر رخصت کیا۔ دنیا دشمن کے سامنے یہ فیاضی اور رحم دلی دیکھ کر حیران رہ گئی۔

حضورؐ فرمایا کرتے تھے "تم ایک دوسرے کی باتیں مجھے نہ سنایا کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے میرا سینہ صاف ہو۔"

حضورؐ سائل کو کبھی رد نہ فرماتے تھے۔ اور زبان مبارک پر حرفِ انکار کبھی نہ لاتے تھے۔ اگر کچھ بھی دینے کو موجود نہ ہوتا تو سائل سے عذر کرتے جیسے کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے سوال کیا تو فرمایا۔ "بھائی میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں ہے تم میرے نام پر قرض لے لو، میں اتار دوں گا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا "حضور خدا نے آپ کو قدرت سے بڑھ کر کام کرنے کی تکلیف تو نہیں دی ہے"۔ اس پر حضورؐ خاموش ہو گئے۔ ایک انصاری جو پاس بیٹھے تھے کہنے لگے، یا رسول اللہ خوب دیجیئے، رب العرش مالک ہے تو تنگ دستی کا کیا ڈر ؟ اس پر حضورؐ ہنس پڑے اور چہرہ مبارک کھل گیا اور فرمایا "ہاں ! مجھے یہی حکم ملا ہے۔

حضورؐ فرمایا کرتے کہ جو شخص مقروض مر جائے تو وہ ہمارے ذمے ہے ہم اسے ادا کریں اور جو شخص وراثت چھوڑ جائے تو وہ وراثت اس کے وارثوں کی ہے۔

ایک اعرابی نے آکر حضورؐ کی چادر کو اتنا زور سے کھینچا کہ گلے میں نشان پڑ گیا اور نہایت گستاخی سے کہنے لگا "اے محمد، یہ مال خدا جو تمہارے پاس ہے، نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔ اس میں سے مجھے بھی ایک اونٹ غلہ دے دو"۔

حضورؐ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا:

"بے شک یہ مال خدا کا ہے اور میں اس کا غلام ہوں"۔ اور پھر اُسے شتر بھر غلّہ عطا فرمایا۔
مشہور واقعہ ہے کہ آپؐ ایک درخت کے نیچے سو گئے اور تلوار درخت سے آویزاں کر دی۔ ایک شخص آیا اور تلوار نکال کر حضورؐ کو گستاخی سے جگایا اور بولا اب بتاؤ تم کو مجھ سے کون بچائے گا۔ آپؐ نے فرمایا "اللہ" اس جواب پر وہ چکرا کر گر پڑا پھر حضورؐ نے تلوار اُٹھائی اور فرمایا:

"اب بتاؤ تجھے کون مجھ سے بچائے گا۔ لیکن جاؤ میں بدلہ نہیں لیا کرتا"۔

حضورؐ فرماتے "اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے۔ یہ لکھ رکھا ہے:
ان رحمتی غلبت غضبی "میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے"۔
فرمایا: "شہ زور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دیتا ہے، شہ زور تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ کو تھام لیتا ہے"۔

فرمایا: "قیدیوں کو رہائی دلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبر گیری کرو"۔

فرمایا: "جو کوئی شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا"۔

اور اس رحمت و شفقت پر حضورؐ کے سب سے بڑے دشمن کی گواہی سے زیادہ سچی گواہی اور کس کی ہو سکتی ہے۔

ابو سفیان بن ‍ ‍ جس نے حضورؐ کے خلاف جنگوں کا سلسلہ برسوں تک جاری رکھا تھا۔ قبل از اسلام ایام جنگ کے دوران گرفتار ہو گیا۔ اور حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضورؐ نے کمال مہربانی سے فرمایا:

"افسوس! ابو سفیان، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اتنی بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے"۔

اس پر ابو سفیان بولا:

"میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ آپ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمن پر عفو کرنے والے ہیں"۔

اس شانِ رحمت اور خوئے دلنوازی کا مظہر یہ ارشاد مبارک ہے۔

"میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ جو کوئی مجھ پر ظلم کرے، میں اس کو قدرت انتقام کے باوجود

معاف کر دوں۔ جو مجھ سے قطع کرے، میں اس کو ملاؤں، جو مجھے محروم رکھے میں اس کو عطا کروں۔ غضب اور خوشنودی دونوں حالتوں میں حق گوئی کو شیوہ بناؤں"۔

جب کبھی صحابہؓ نے مشرکوں کے ظلم و ستم پر ان کے حق میں بد دعا کی درخواست کی تو حضورؐ نے یہی فرمایا:

"میں لعنت کرنے والے کی حیثیت سے مبعوث نہیں ہوا ہوں، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔

اور قوم کے بارے میں دعا کی تو یہی کی کہ:

"الٰہی میری قوم کو بخش دے اور ہدایت دے یہ لوگ بے خبر ہیں"۔

یمامہ کے حاکم ثمامہ نے جب مکہ معظمہ کی طرف غلّے کی ترسیل بندی کر دی تو اس بندش سے کفارِ مکہ میں کہرام مچ گیا۔ ابوسفیان دوڑا دوڑا مدینہ گیا اور رحمت عالم سے درخواست کی کہ یمامہ کے حاکم کو غلہ کی بندش کرنے سے منع کیا جائے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شعب ابی طالب میں حضورؐ اور آپؐ کے خاندان کو مسلسل تین سال تک بھوکا پیاسا مارا تھا اور دودھ پیتے بچوں پر بھی رحم نہیں کیا تھا۔ بچے تڑپتے بلکتے اور بلبلاتے تھے لیکن ان پتھر دل قریش کو ان پر رحم نہ آتا تھا۔ اور الٹا ہنستے اور مذاق اڑاتے تھے۔ اب وہ حضورؐ کے پاس یمامہ کے حاکم کی فریادلے کر آئے تھے کہ پورے شہر مکہ کو شعب ابی طالب بننے سے بچایا جائے۔ حضورؐ نے انہیں ان کے مظالم یاد تک دلانا مروّت اور اپنی شانِ رحمت کے خلاف سمجھا اور یمامہ کے حاکم کو لکھا کہ مکہ کو غلّہ جانے دیا جائے۔

جب یہی قریش مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے بھاری لشکر لے کر میدان بدر میں آئے تو پانی مسلمان لشکر کے قبضے میں تھا۔ مشرکین کی فوج کے آدمی پانی پینے کے لیے مسلمانوں کے بنائے ہوئے حوض پر آئے تو بعض لشکریوں نے ان کو روکا۔ لیکن حضورؐ نے فرمایا "پانی پینے سے منع نہ کرو۔ انہیں پینے دو"۔

حدیبیہ کے میدان میں ایک طرف صلح نامے کی باتیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف قریش نے ۸۰ آدمی حضورؐ اکرم کو قتل کرنے کے لیے پوشیدہ طور پر بھیجے جو چھپ چھپا کر اسلامی لشکر میں داخل ہو گئے لیکن پھر پکڑے گئے اور حضورؐ کے سامنے پیش کیے گئے۔

حضورؐ نے فرمایا: "میں تم سب کو آزاد کرتا ہوں، جاؤ تم آزاد ہو۔"
اس نے کہا:
"اپنے بیٹے کی خبر لینے آیا ہوں جو آپ کی قید میں ہے۔"
حضورؐ نے فرمایا:
"یہ تلوار تم نے کیوں گلے میں لٹکا رکھی ہے۔"
اس نے کہا: "میں آتے وقت اسے گلے سے نکالنا بھول گیا تھا۔"
حضورؐ نے فرمایا:
"کیا تم نے اپنے دوست صفوان بن کے ساتھ اس کے حجرے میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی یہ کہ صفوان تمہارا قرض ادا کرے گا اور تمہارے بال بچوں کا کفیل ہوگا۔"
عمیر حقیقت کے انکشاف پر حیران رہ گیا۔ اور اقرار کیا۔
حضورؐ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو، اور اس کے فرزند کو بھی آزاد کر دو۔" عمیر وہیں مسلمان ہوگیا۔
ابوسفیان نے ایک بدو کو رقم کا لالچ دے کر حضورؐ کے قتل کے لیے آمادہ کر کے مدینہ بھیجا، جب وہ مسجد نبوی میں پہنچا تو پکڑ لیا گیا۔ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا "تم کو امان دی جاتی ہے، جہاں چاہو، چلے جاؤ۔" اس حسنِ سلوک سے وہ مسلمان ہوگیا۔
ایک شخص بن حارث نے حضورؐ کو ہنستا دیکھ کر تلوار کھینچ لی اور وار کرنا ہی چاہتا تھا کہ تلوار ہاتھ سے گر پڑی۔ حضورؐ نے تلوار اٹھالی اور فرمایا "چلے جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا۔" اس سلوک پر وہ مسلمان ہوگیا۔

اس سے بڑھ کر رحمت و شفقت کیا ہو سکتی ہے کہ حضورؐ نے منافقین تک کے ساتھ ہمیشہ رحم و کرم کا سلوک کیا۔ عبداللہ بن ابی کی دشمنیاں ایک طرف اور حضور اکرم کا رحم و کرم دوسری طرف۔ جو ہمیشہ غالب رہا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے ام المومنین پر بہتان تراشی کر کے حضورؐ کو سخت ترین اذیت پہنچائی۔ لیکن حضورؐ نے انہیں معاف کر دیا۔ انہوں نے مہاجرین اور انصار کو باہم لڑانے کی سازش کی۔ حضورؐ نے انہیں معاف کر دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو مسجد کے مقابلے میں سازشوں اور تخریب کاری کے لیے مسجد ضرار بنائی، حضورؐ نے حکم ربی پر اُن کی سازشوں کا یہ اڈا جلا دیا اور سازشیوں کو معاف کر دیا۔

حضورؐ کے خادم حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اپنے ہم نشینوں کی طرف کبھی نہ پھیلاتے تھے۔ کوئی مصافحہ کرے تو پہلے خود ہاتھ نہ کھینچتے تھے، کوئی کھڑا ہو کر بات کرے تو کبھی خود نہ ہٹتے تھے، مجھے دس سال کی خدمت میں ایک بار بھی کبھی نہ ڈانٹا اور میں نے جو کام بھی کیا۔ آپؐ نے کبھی نہیں کہا کہ تم نے یہ اور یہ کیوں کیا۔

غرض حضورؐ اکرم سرچشمۂ رحمت تھے، پوری انسانیت کے لیے۔ ان کی رحمت کا دریا اب تک ٹھاٹھیں مار رہا ہے، جس سے دنیا کے تمام انسان سیراب ہو رہے ہیں۔ آن کی ذات سے محبت و شفقت رحمت و اخوت کا نورانی دریا جاری ہے اور ساری دنیا قیامت تک اس سے شاد کام ہوتی رہے گی۔